شرح مثنوی مولانائے روم رح

از پروفیسر یوسف سلیم چشتی

(گذشتہ سے پیوستہ)

---

(۴۱) چوں نباشد عشق را پروائے او — او چو مرغے ماند بے پر وائے او

یہاں عشق کنایہ ہے معشوق یعنی حق تعالےٰ سے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حق تعالےٰ اپنے عاشق کے حال پر مہربانی نفرمائیں تو پھر وہ مرغ بے پر کی طرح عاجز اور درماندہ ہو جائے گا۔ جس کے حال پر ہر شخص افسوس ہی کرے گا۔

(۴۲) پرّ و بال ما کمند عشق اوست — مو کشانش می کشد تا کوئے دوست

خدائے عشق کی کمند ہمارے حق میں وہی کام دیتی ہے۔ جو مرغ کے حق میں بال و پر۔ جس طرح پروں کی مدد سے مرغ اپنی منزل مقصود تک پہونچ سکتا ہے۔ اسی طرح عشق کی کمند عاشق کو خدا تک پہونچا دیتی ہے۔

(۴۳) من چگونہ ہوش دارم پیش و پس — چوں نباشد نور یارم پیش و پس

اگر حق تعالےٰ کا نور عاشق کے ساتھ نہ ہو۔ یعنی اگر عاشق کو حق تعالےٰ کی معیت حاصل نہ ہو تو اسے اپنے ماحول (پیش و پس) کی کچھ بھی خبر نہ رہے،

(۴۴) نور او در یمن و یسر و تحت و فوق — بر سر و بر گردنم مانند طوق

اس شعر میں احاطۂ الٰہی کا ذکر کیا ہے کہ اس کا نور میرے دائیں بھی ہے۔ بائیں بھی ہے' نیچے بھی ہے اوپر بھی ہے بس یوں سمجھو کہ طوق کی طرح میری گردن میں آویزاں ہے۔

(۴۵) عشق خواہد کیں سخن بیروں بود — آئینہ ات غماز نبود چوں بود

عشق کا تقاضا تو یہ ہے کہ میں اس کے اسرار و رموز بیان کئے چلا جاؤں۔ یعنی عشق تو درازیٔ سخن کا مطالبہ کرتا ہے لیکن سننے والوں کے قلوب صاف (غماز) نہیں ہیں (تعلقات دنیاوی کی وجہ سے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے) اس لئے ان میں حقائق عالیہ کی صورت نظر نہیں آسکتی۔

(۴۶) آئینہ دانی چرا غماز نیست — زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست

آئینہ کنایہ ہے قلب سے۔ غماز سے مراد ہے دل کا صاف ہونا تاکہ وہ محبوب حقیقی کا حال بتا سکے۔ زنگار کنایہ ہے اس کثافت سے جو تعلق ماسویٰ کی وجہ سے دل پر لگ جاتی ہے۔ واضح ہو کہ تصوف کی تعلیم یہ ہے کہ اگر انسان اللہ کو چھوڑ کر

دُنیا (ماسوی اللہ) کو اپنا مقصودِ حیات بنائے گا۔ تو اس کے دِل پر زنگ لگ جائے گا۔ اور جس طرح آئینہ پر زنگ لگ جائے تو چہرہ نظر نہیں آسکتا اسی طرح اگر دل میں دُنیا کی محبت جاگزیں ہو جائے۔ تو پھر اُس میں محبوبِ حقیقی کا جلوہ نظر نہیں آسکتا، مطلب شعر کا یہ ہے کہ اے مخاطب! تو جاننا ہے کہ تیرے قلب میں اللہ کا جلوہ کیوں نہیں نظر آتا؟ اس کا سبب یہ ہے کہ تیرے قلب کا آئینہ تعلق ماسوی کی وجہ سے زنگ آلود ہوگیا ہے۔ اگر اللہ سے ملنا چاہتا ہے تو غیر اللہ سے اپنا تعلق خاطر منقطع کرے۔

(۴۷) آئینہ کز زنگ آلائش جداست　　پُر شعاعِ نورِ خورشیدِ خداست

جس شخص کا دِل، تعلق ماسوی اللہ کے زنگ سے پاک ہوتا ہے، اس میں خدا کا نور چمکتا ہے۔ یعنی وہ شخص حقائق کا ادراک کرسکتا ہے،

(۴۸) رَو تو زنگار از رخِ او پاک کن　　بعد ازاں آں نور را ادراک کن

اے مخاطب! تو اپنے دِل کے آئینہ کو دُنیاوی تعلقات کے زنگ سے پاک کرلے اس کے بعد تجھ پر انوارِ الٰہیہ منکشف ہو جائیں گے،

(۴۹) ایں حقیقت را شنو از گوشِ دل　　تا بروں آئی بکلی ز آب و گل،

اس نکتہ کو بخوبی سمجھ لو تاکہ تم عالم مادیات سے نکل کر عالم روحانیات میں داخل ہوسکو۔ تصوف کی تعلیم یہ ہے کہ جب تک ایک شخص مادیات اور جسمانی تعلقات سے بکلی اپنے کو آزاد نہ کرلے وہ اللہ تعالےٰ سے اپنا تعلق درست نہیں کرسکتا "از آب و گل بروں آمدن" کنایہ ہے ترکِ تعلق ماسوی اللہ سے۔ اس کے بغیر اللہ نہیں مل سکتا۔ ایک شخص اللہ اور ماسوی اللہ دونوں کو بیک وقت اپنا مقصود نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ اس کے سینہ میں صرف ایک ہی دِل ہے، یا وہ اللہ کو اپنا مقصود بنا سے یا ماسوی اللہ کو۔

(۵۰) فہم اگر دارید جاں را رہ دہید　　بعد ازاں از شوق پا در رہ نہید

اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ تو پہلے اپنی جان (روح) کو تعلق ماسوی سے آزاد کرو۔ اس کے بعد اللہ کے راستہ میں قدم رکھو یعنی عشقِ الٰہی اختیار کرو۔

خلاصۂ مطالب مثنوی:- اگر ناظرین اس تمہید کو غور سے پڑھیں گے تو انہیں یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ کہ مولٰنا نے اس تمہید میں ساری مثنوی کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ ہم ذیل میں ناظرین کی سہولت کے لئے اہم مطالب درج کئے دیتے ہیں،

(۱) روحِ انسانی دُنیا میں آنے سے پہلے اللہ کے جوارِ قدس میں رہتی تھی وہاں سے اس دُنیا میں آئی ہے۔ اور اسی لئے جُدائی میں بے چین ہے۔ اور جب تک واصل باللہ نہیں ہو جائے گی۔ اسی طرح بے چین رہے گی،

(۲) یہاں آکر ماسوی اللہ کی محبت میں مبتلا ہوکر اپنی اصل سے دور ہوگئی ہے۔ اور اپنی حقیقت سے غافل ہوگئی ہے

(۳) اس غفلت کو دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ انسان ماسوی اللہ سے قطع تعلق کرکے اللہ سے اپنا تعلق استوار

کرے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مسلک عشق اختیار کرے،

(۴) عشق میں یہ طاقت ہے کہ وہ انسان کی تمام روحانی بیماریوں کا ازالہ کر سکتا ہے اسی لئے مولانا نے اسے "طبیب جملہ علت ہائے ما" سے تعبیر کیا ہے۔

(۵) عشق الٰہی کی بدولت انسان پر یہ حقیقت منکشف ہو سکتی ہے۔ کہ حقیقی معنی میں اللہ کے سوا اور کوئی موجود ہی نہیں ہے اور چونکہ ماسوی اللہ کا وجود کالعدم ہے۔ اس لئے عقلمند آدمی وہ ہے۔ جو معدوم سے دل نہ لگائے۔ بلکہ اس کو اپنا مقصود حیات قرار دے جو باقی ہے۔ ہمیشہ رہنے والا ہے یعنی حق تعالیٰ۔

(۶) یہ حقیقت عام لوگوں پر اس لئے منکشف نہیں ہوتی۔ کہ انہوں نے اپنے دل کو غیر اللہ کی محبت میں آلودہ کر کے اس درجہ ناقص کر لیا ہے۔ کہ انوار الٰہی اس میں منعکس نہیں ہو سکتے۔ پس عقلمند آدمی کو لازم ہے کہ وہ ماسوی اللہ کی محبت اپنے دل سے نکال دے تاکہ اللہ کی محبت اس میں جاگزیں ہو سکے۔ اور جب اللہ کی محبت دل میں جاگزیں ہو جائے گی تو انسان اپنے مقصد حیات میں کامیاب ہو جائے گا۔

ان تمام مطالب کا خلاصہ ایک جملہ میں ادا کرنا چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ مولانا نے مثنوی کے ذریعہ انسان کو مسلک عشق اختیار کرنے کی دعوت دی ہے۔ کیونکہ اس کی بدولت وہ اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہو سکتا ہے ؎

(باقی آئندہ)

ضروری التماس

یہ شمارہ جلد دوم کا تیسرا نمبر آپ کی خدمت میں بھیجا جا رہا ہے۔ اس شمارہ کے ساتھ کئی حضرات کی مدت خریداری ختم ہو جائیگی ان کے پتوں کی سلپ پر خریداری نمبر پر سرخ نشان لگا دیا ہے وہ آئندہ سال کیلئے چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماویں منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں اگر ان کی طرف سے نہ منی آرڈر آیا اور نہ کوئی اطلاع تو آئندہ پرچہ ان کو بذریعہ وی پی پی بھیجا جاوے گا۔ جو انہیں ضرور وصول کرنا ہوگا۔ ورنہ ادارہ کو سخت نقصان ہوگا۔ یہ ماہنامہ جو کہ دینی اور تبلیغی ہے اسے جاری رکھنے کے لئے ادارہ کی حوصلہ افزائی بھی فرماویں اور ثواب دارین بھی حاصل کریں،

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ: دفتر ندائے حق ۳ اونکار روڈ کرشن نگر لاہور

شائقین! ۴ کے ٹکٹ بھیجکر دفتر رسالہ "ندائے حق" ۳ اونکار روڈ کرشن نگر لاہور سے **عصائے موسوی** بجواب حدیث پرویز نمبر ۲، جناب پرویز صاحب کے رسالے موسومہ اندھے کی لکڑی کا جواب از پروفیسر عباسی صاحب منگوا سکتے ہیں